تعلیم الایمان

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ. (الزمر:٦٧)

اوران لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

# صفاتِ الٰہی

# الحلیم۔العفو۔الغفور۔الغفار

# میں غور وفکر کا طریقہ


مؤلف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)


زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

مفتی محمد شعیب مظاہری


ناشر

عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا

## حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)



نام کتاب:۔ صفاتِ الٰہی الحلیم، العفو، الغفور، الغفار میں غور وفکر کا طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری 9849085328
(مفسر قرآن ومصنف: ''آسان ترجمہ وتفسیر قرآن'')

مفتی محمد شعیب مظاہری 9640213661
(خطیب مسجد وزیر النساء، احمد نگر)

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۲ء مطابق ۱۴۴۳ھ

تعداد اشاعت:۔ 300

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔9997177817



اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے ''ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کو ان کی خواہش پر ایک نسخہ تحفۃً دیا جائے گا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

# اللہ تعالیٰ کی صفات: اَلْحَلِیْمُ، اَلْعَفُوُّ، اَلْغَفُوْرُ

(بردبار، بے انتہا برداشت کرنے والا، درگذر کرنے والا، گناہ معاف کرنے والا)

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوبِکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْماً حَلِیْماً o (الاحزاب: ۵۱)

اور اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ علم و حلم کا مالک ہے۔

وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ o (البقرہ: ۲۶۳) اور اللہ بڑا بے نیاز، بہت بردبار ہے۔

الحلیم اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت ہے، اسی صفت کی وجہ سے بندوں کو مہلت اور سدھرنے کا وقت ملتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑ سے دنیا میں بچتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کثرت سے گناہوں میں مبتلا ہونے اور بغاوت کرنے کے باوجود صفت حلم کے ذریعہ سدھرنے کا بار بار موقع دیتا رہتا ہے، حلم و بردباری کے معنیٰ یہ ہیں کہ سزا دینے اور انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہوئے برداشت کرنا، یہ قدرت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس نہیں ہے۔

اس طرح کی صفت حلم کسی مخلوق میں نہیں آسکتی، اگر انسان اللہ کی اس صفت الحلیم کا ادراک رکھے تو وہ کسی حد تک ہلکی سی صفت حلم (برداشت) کو اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے، دنیا میں جتنے بھی پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ان تمام ہی انبیاء کرامؑ نے اللہ کی صفت حلم ہی کی نقل میں انسانوں کی زیادتیوں، ظلم اور نافرمانیوں کو برداشت کیا اور پورے تحمل کے ساتھ انتہائی نرمی سے ان کو دعوتِ دین دیتے تھے۔

## مسلمانوں کی کثیر تعداد صفت الٰہی اَلْحَلِیْمُ کو جانتی ہی نہیں

دنیا کی اس زندگی میں انسانوں پر بہت سے منفی اور مثبت حالات آتے رہتے ہیں، اگر انسان اللہ تعالیٰ کی صفت الحلیم پر نظر رکھے تو انہیں اپنے مالک کی نقل میں ان حالات میں حلم (برداشت) کا مادّہ پیدا ہوگا، اور اگر صفت الحلیم کا ادراک اور پہچان نہ رکھے تو وہ ہر منفی حالات میں برداشت سے محروم رہ کر شیطان کا شکار ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی صفت

حلم کی نقل نہ کرکے بہت سے حالات میں فساد اور نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے، بے عزتی اور جان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

تقریباً پوری دنیا میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو رات دن سننے کے باوجود صفت حلم (برداشت) اور صفت صبور سے واقف ہی نہیں، ان کے نزدیک صبر کرنا، برداشت کرنا تحمل اور نرمی سے پیش آنا، عفو درگذر کرنا، بزدلی وکمزوری اور ڈرپوک ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے، حلم نام کی صفت ہی کو نہیں جانتے، اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہتے ہیں، چاہے طاقت ہو یا نہ ہو نقصان اٹھاتے ہیں اور موت کے حوالے تک ہو جاتے ہیں، وہ جانتے ہی نہیں کہ ان کے رسول نے کن حالات میں کس انداز سے صفت حلم (قوتِ برداشت اور تحمل) کا مظاہرہ کیا، اور صفت حلم کو اختیار کر کے وہ انسانوں کے ساتھ کس طرح کا نرم رویہ اختیار کیا، اسی صفت حلم کی وجہ سے لوگ ان سے چمٹے ہوئے رہتے تھے، ان کی صحبت کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

مگر آج مسلمان کی حالت اپنے نبی کے اسوہ اور کلام الٰہی کی تعلیم سے بہت الگ ہے، ہماری ناک پر غصہ چڑھا ہوا ہوتا ہے، اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں گے تو دیکھتے ہیں کہ

## صفت الٰہی "حلیم" کو نہ جاننے کی وجہ سے مسلمان جہالت میں مبتلا ہیں

وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ٥

ترجمہ: اور یاد رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اُسے خوب جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا بُردبار ہے۔ (البقرہ:۲۳۵)

☆ بہت سارے لوگ بیوی کی اندھی محبت اور غلو میں آپے سے باہر ہو کر ماں باپ کی بے عزتی کرتے ہیں ان کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں، بیوی کے غلام بنے رہتے ہیں۔

☆ بہت سارے مسلم خاندانوں میں شادی کے وقت دونوں خاندان محبت اور خاطر تواضع کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر بیوی کی ذراسی نافرمانی یا ساس اور نندوں کے ساتھ ایثار وقربانی، خدمت اور حسن سلوک میں کمی پر شوہر میں غلط فہمیاں پیدا کر کے طلاق دلائی جاتی ہے۔

☆ یا شوہر معمولی معمولی باتوں پر یا بیوی کی زبان درازی کرنے پر صفت حلم سے دوری کی وجہ سے پٹائی کرتا ہے، طلاق کے الفاظ منہ سے ادا کر کے غصہ اور جذبات میں طلاق دے دیتا ہے، پھر غصہ اتر جانے کے بعد بہت ہی پچھتاوے میں مبتلا ہو کر فتوے تلاش کرتا پھرتا ہے۔

☆ اکثر خاندان شادی کے نئے زمانے میں ایک دوسرے سے بے انتہا خلوص کا اظہار کرتے ہیں اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر جب دشمنی پیدا ہو جائے تو ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جاتے ہیں، یا ایک دوسرے کی صورت دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے، محض بہن یا بیٹی کے طلاق پر مرد کو قتل کرنا، مارنا یا ذلیل کرنا چاہتے ہیں، غصہ اور انتقام لینے کے لئے شریعت اسلامیہ کے خلاف غیر مسلموں کے قانون سے فائدہ اٹھاتے، شریعت اسلامی کے خلاف غیر مسلموں کی عدالت میں مرد پر ڈوری کا جھوٹا مقدمہ دائر کرتے ہیں اور جھوٹے الزامات لگا کر مرد کو نامرد بھی کہتے ہیں اور جیل بھی بھجواتے ہیں۔

☆ عورتیں بھی تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے شوہروں پر رعب ڈالتی ہیں، اپنی مرضی چلاتی ہیں اور اس کی غیر اخلاقی باتوں کو برداشت کرنے اور عفو ودرگذر کرنے کا جذبہ ہی نہیں رکھتیں، وہ بھی صفت حلم (برداشت) سے خالی ہوتی ہیں، ہر عمل پر جواب دیتیں اور زبان درازی کے بغیر خاموشی اختیار نہیں کرتیں۔

☆ بھائی بھائی میں اور دوسرے رشتہ داروں میں جب کچھ نااتفاقی ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے کی صورت تک دیکھنا گوارا نہیں کرتے، یہ سب باتیں غیر اسلامی اور بے اعتدالی کی ہیں، اللہ تعالیٰ کو ایمان والوں کا ایسا رویہ ہرگز پسند نہیں، وہ چاہتا ہے کہ ایمان والے اس کی صفات حلیم اور عفو ودرگذر کی نقل میں زندگی گذاریں۔

جب کسی پر غصہ آجائے تو اس وقت اس کی غلطی ونافرمانی کو نہ دیکھ کر اس کی اچھائیوں اور فرمانبرداری کو نظر میں رکھنے سے حلم پیدا ہوتا ہے۔

**صفتِ الٰہی ''الحلیم'' کو نظر میں رکھیں گے تو اپنے اندر حلم پیدا ہوگا**

**صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً .** (البقرۃ:۱۳۸)

وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ (البقرہ:۲۲۵) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بردبار ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ (اٰلِ عمران:۱۵۵) بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بردبار ہے۔

إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝ (الاسراء:۴۴) بیشک اللہ تعالیٰ ہی بردبار بخشنے والا ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حلم کے ساتھ ساتھ اپنی صفت غفور کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

صوفیاء کا قول: تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ. اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے سنوارو۔

دنیا میں انسانوں کے حالات اور اعمال پر نظر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ کا اپنے ایمان والے اور غیر ایمان والے بندوں کے ساتھ صفت حلم (برداشت) نظر آئے گی کہ کس طرح وہ مشرک، کافر، منافق اور مسلمان فاسق و فاجر انسانوں کو صفت حلم سے برداشت، عفو و درگذر اور انتہائی نرمی سے سدھرنے اور سنبھلنے کا موقع دے رہا ہے۔

ایک مشرک اور کافر انسان اس کی زمین پر رہ کر اسی کے آسمان کے نیچے سو کر، اسی کی ہواؤں میں زندہ رہ کر اس کی نعمتیں اور غذائیں کھا کر یا تو اس کو نہیں مانتا یا اس کے ساتھ مٹی، معمولی لکڑی، دھات کی بنی ہوئی مورتی اور بے جان بُت کو اپنے ہاتھوں سے بنا کر اس کو خدا کا مقام دیتا ہے، اور خدا کا خیالی تصور قائم کر کے اصلی مالکِ کائنات سے غافل بنا رہتا ہے، اسی بے جان بت کی عبادت کرتا ہے، اسی کو پکارتا، اسی سے مدد طلب کرتا ہے اور اسی کا شکر بجالاتا ہے۔

☆ بہت سے انسان مخلوقات سے فائدہ اور نقصان ہوتا ہوا محسوس کر کے ان کی پرستش کرتے ہیں، ان کو پالنے اور پرورش کرنے والا سمجھتے ہیں، چنانچہ لاکھوں انسان دُکان، روپیہ پیسہ، درخت، پودے، سورج، چاند، زمین، پانی، ابر، سمندر اور جنات کی پرستش کرتے ہیں اور ان اسباب ہی سے بننے اور بگڑنے کا تصور رکھتے ہیں۔

☆ بہت سارے لوگ اللہ کی مخلوق انسانوں کو مشکل کشا، حاجت روا اور بلیات کو دور کرنے اور مدد کرنے والا سمجھ کر اولاد، تندرسی، کامیابی، نفع، منت و مرادیں ولیوں اور

بزرگوں کو اللہ کے خاص مقرب بندے سمجھ کر رات دن ان کی قبروں سے چمٹے رہتے ہیں اور اللہ سے دعائیں مانگنے، اللہ کو سجدہ کرنے اور صرف اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے ان کی قبروں کو اصل سمجھتے ہیں، ان کی قبروں کی تعظیم میں سجدہ، رکوع اور طواف کرتے ہیں۔

☆ بہت سارے لوگ اللہ کے پیغمبروں میں چمتکار دیکھ کر ان کو خدا کا بیٹا بنا کر خدا کے ساتھ شریک کیئے، اور بت پرست مشرک لوگ، بیوی اور اہل وعیال اور بیٹا بیٹی اور خاندان والا سمجھ کر ہزاروں دیوی دیوتاؤں کا تصور رکھ کر ان کی الگ الگ عبادت گاہیں بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں، کسی کا عالم یہ ہے کہ پیغمبر کی اولاد کے نام پر ایک معمولی لکڑی پر کپڑا ڈال کر یا بزرگ کے نام کا جھنڈا بنا کر اس سے مدد اور منتیں مانگتے ہیں، ان کو رکوع وسجدہ کرتے ہیں، اللہ سے بڑھ کر ان چیزوں سے محبت کرتے ہیں۔

☆ بہت سارے انسانوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں تحریف اور تبدیلیاں کر کے اللہ کے احکام کو ہی بدل ڈالا اور انسانوں کے بنائے ہوئے قانون زندگی کو اختیار کر کے سود، زنا، شراب اور جوا جیسی چیزوں کو دنیا میں حلال کر دیا، اور جان بوجھ کر اللہ کے احکام کی جگہ نفسانی خواہشات پر عمل کرتے ہیں اور پوری دنیا میں انسانوں کے لئے سود کے کاروبار کو حلال کر دیا اور زنا، شراب اور جوّے کے اڈے قائم کر دئے، ناچ گانا بجانا اور آنکھوں، کانوں اور دل ودماغ کے زنا کے حالات ہر گھر میں پیدا کر دئے، بے پردگی، بے حیائی اور ننگے پن کے برائی اور گناہ ہونے کا تصور ہی ختم کر دیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آدم کا بیٹا مجھے گالی دیتا ہے؛ جبکہ مجھے گالی دینا اُسے زیب نہیں دیتا، وہ مجھے جھٹلاتا ہے' یہ بھی اُسے نہیں کرنا چاہئے، وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے' تو یہ اس کا مجھے گالی دینا ہے، اور مجھے دوبارہ زندہ کرنے والا نہیں کہنا یہ اس کا جھٹلانا ہے۔ (بخاری:۳۱۹۳)

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر مکمل قدرت رکھنے اور انسانوں کی حد سے زیادہ نافرمانیوں اور بغاوت کرنے پر اپنی صفت الحلیم اور العفو کے ذریعہ حلم، صبر اور عفو

درگذر سے کام لے رہا ہے اور صفات حلم اور عفو و درگذر ہی کی وجہ سے سدھرنے اور سنبھلنے کی بار بار مہلت پر مہلت دے رہا ہے، اور کبھی ان کے لئے اپنی نعمتیں بند نہیں کر رہا ہے، حالانکہ انسانوں کی بڑی تعداد شیطان کے بہکاوے میں آ کر اللہ کے نیک بندوں کا قتل کرتے ہیں، ان کو گھر سے بے گھر کرتے ہیں، ان کی بستیوں اور شہروں میں فساد اور قتل و خون کرتے ہیں، ان کو تجارت اور روزی روٹی سے محروم کرتے ہیں، ان کی جان اور مال لوٹتے ہیں، انسانوں میں نئے ایمان قبول کرنے والوں کو برداشت نہیں کرتے، انسانوں کو ایک اللہ واحد کی عبادت سے روکتے ہیں، کتاب الٰہی کی بے حرمتی کرتے ہیں اور اسلام کو مٹانے، کمزور کرنے اور مخالفت کے لئے اپنی پوری دولت، جان، وقت اور توانائی و طاقت خرچ کرتے ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی صفات الحلیم والعفو کے ذریعہ ان کو اپنے فرمانبردار بندوں کے ساتھ ساتھ دنیا کی تمام نعمتیں استعمال کرنے کی چھوٹ دے رکھتا ہے، اور ان کی ان بداعمالیوں پر فوراً غصہ ہو کر آپے سے باہر ہو کر زلزلے، طوفان یا بیماریاں یا قحط لا کر انتقام اور سزا نہیں دیتا، فوراً بجلی گرا کر ختم نہیں کر دیتا، زمین میں دھنسا نہیں دیتا، بلکہ اپنے بندوں کے ساتھ صفت حلم کے ذریعہ رؤوف و رحیم (نرمی، شفقت اور رحم کرنے والا) بن کر نرمی، برداشت، تحمل اور بردباری سے کام لیتا ہے۔

اس کے نرمی اور عفو و درگذر کرنے، تحمل اور برداشت کرنے میں اس کو کوئی مجبوری و محتاجی اور کوئی غرض و مطلب بھی نہیں، محض وہ اپنے بندوں کے ساتھ صفت حلیم کی وجہ سے یہ سلوک کرتا ہے، اس نے اپنے پیغمبروں کو انسانوں سے نرمی سے سمجھانے کا حکم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ غضب اور رضا دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہو، جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے میرے حق سے محروم کرے میں اُسے اس کا حق دوں، جو میرے ساتھ ظلم کرے میں اس کو معاف کر دوں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دراصل یہ تاکید امت مسلمہ کو بھی کی

ہے، عفو و درگذر کرنا، معاف کرنا، انتہائی برداشت اور نرمی سے پیش آنا، غصہ اور خوشگوار حالت میں صبر وشکر کرنا، آپے سے باہر نہ ہونا، دراصل اہل ایمان کے اخلاق کا نور اور زیور ہیں۔

غور کیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ مالک ہوتے ہوئے بڑے سے بڑے کافر اور مشرک کو سچی توبہ کے ذریعہ معاف کر کے صفات حلم وعفو کا اظہار کرتا ہے اور آخرت میں ایمان والے بندوں کو بہر حال معاف کرنے کے بہانے بنا کر صفات الحلیم والعفو کے ذریعہ مغفرت کرے گا تو ہمیں اس کا زمین پر خلیفہ بننے کے بعد اس کی اس صفات الحلیم والعفو کے نقل میں بندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے اور صبر اور عفو و درگذر سے کام لینا چاہئے۔

وہ ایسا آقا اور مولا نہیں جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے اپنے بندوں کی بڑی بڑی خدمات اور قربانیوں کو ضائع کردے، اللہ تعالیٰ ایسا مالک نہیں ہے، وہ بے انتہا معاف کرنے اور درگذر کرنے والا مالک اور آقا ہے، اسی صفت حلیم (بے انتہا نرمی اور برداشت کرنے والا) کی وجہ سے اس نے اپنے غضب پر رحمت کو غالب رکھا ہے۔

## امت مسلمہ کو تا قیامت رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ بنا کر رکھا گیا

**كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ** . (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: (مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا اختتام کر کے نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا گیا اور امت مسلمہ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی سدھار کے لئے دنیا میں خیر امت بنا کر رکھا گیا، ایسی صورت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے رکھے گئے ہیں، گویا وہ تمام انسانوں کے لئے استاد اور ڈاکٹر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غور کیجئے کہ اگر آپ کو حکومت کی طرف سے کسی دواخانہ میں ڈاکٹر بنا کر بھیجا جائے

اور کوئی پاگل مریض انسان آپ پر پیشاب کردے تو کیا آپ بحیثیت ڈاکٹر اس پاگل کا گلا پکڑ کر لڑنے لگیں گے؟ کیا اس کی پٹائی کریں گے؟ کیا حکومت میں شکایت کریں گے؟ یا پھر ڈاکٹر ہونے کے ناطے قوتِ برداشت، تحمل اور نرمی سے پیش آتے ہوئے صبر کریں گے اور اُسے درست کرنے کے بارے میں سوچیں گے، اس کو بیماری سے نجات دلا کر صحت مند بنانے کی فکر کریں گے، دنیا کے کسی دواخانے میں ہم کسی بھی ڈاکٹر کو مریض سے لڑتا ہوا نہیں دیکھتے، مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے انسانوں کے روحانی ڈاکٹر ہیں اور اللہ کے منتخب بندے بن کر داعی ہیں، ہم میں نرمی، برداشت اور تحمل وحلم ہی نہیں' تو ہم کیسے انسانوں کے ساتھ داعی کا کردار ادا کرسکیں گے' جبکہ داعی میں یہ صفات ہونا بہت ضروری ہے۔

دنیا کا تاجر ہمیشہ اپنا مال فروخت کرنے کی فکر میں رہتا ہے، کوئی تاجر کسی گاہک سے اس کے غلط برتاؤ اور بے عزتی والے سلوک کرنے پر لڑائی جھگڑا نہیں کرتا، اگر کوئی تاجر گاہک سے لڑائی جھگڑا کرنے لگے تو وہ بیوقوف بھی ہے اور اپنے آپ کا نقصان کرنے والا بھی، ہمیں داعی کی حیثیت سے اعلیٰ اوصاف کا حامل ہونا چاہئے، اپنے کردار سے اللہ تعالیٰ کی صفات حلم کی نقل کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور پر دشمن کو دوست بنانے کا یہ طریقہ بھی بتلایا ہے:

**وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَکَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ** ٥ (فصلت:۳۴)

ترجمہ: اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، تم برائی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہوجائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔

اس لئے دعوت کا کام کرنے والے یہ بات یاد رکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو بحیثیت حلیم کے برداشت کرتا ہے، تو وہ بھی تمام انسانوں کے ساتھ صفت حلم کی نقل

کریں، نرمی اور بردباری اور عفوودرگذر اور تحمل و برداشت کا سلوک کریں، اس سے بڑا سے بڑا دشمن بھی دوست بن سکتا ہے، اگر ہم اس کی زیادتی اور ظلم پر احسن طریقے سے جواب دیں اور برائی کا جواب برائی سے نہیں بلکہ اچھائی سے دیں، پیشاب کو پیشاب سے نہیں بلکہ پانی سے دھویا جاتا ہے، پیشاب ناپاک اور گندہ ہوتا ہے، پانی پاک وصاف ہوتا ہے، اس لئے شیطانی اعمال کو رحمانی صفات سے دھویا جائے، انسانوں کی کمزوریوں کو برداشت کرنے والے بننے ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ ہونے کا حق ادا ہوسکتا ہے۔

نازیبا سلوک اور ناگوار باتوں کو اعلیٰ ظرفی کے ساتھ ٹال دینا اعلیٰ اخلاق ہیں، مگر موجودہ زمانے میں مسلمان قوتِ برداشت اور تحمل ونرمی سے کام کرنا نہیں چاہتے، ہر وقت اپنوں اور غیروں سے ذرا ذرا سی بات پر الجھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے دین کی دعوت اور دینی کاموں میں بہت زیادہ رُکاوٹ پیدا ہوتی جارہی ہے، پوری دنیا میں ان کے پاس دعوتی ذہن وصفات ہی نہیں ہیں اور مسلمان کو رحمت کے بجائے ہر جگہ زحمت سمجھا جارہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت **اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ** کی تفسیر میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والوں کو غیظ وغضب میں صبر کا اور نادانی و جہالت کے وقت حلم وبردباری کا اور برائی کے مقابلہ عفوودرگذر کا حکم دیا ہے، جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے اثرات سے محفوظ رکھے گا۔

## مہمان کے گندگی کرنے پر صفت حلم کا مظاہرہ

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشرک مہمان ہوا، رات کو سوتے ہوئے اس کے پیٹ میں کچھ تکلیف ہوگئی، وہ قابو نہ پاکر بستر میں ہی اجابت کرلیا، صبح مارے شرم کے حضور اکرم ﷺ کے آنے سے پہلے اُٹھ کر چلا گیا، راستے میں اُسے یاد آیا کہ عجلت میں تلوار وہیں چھوٹ گئی ہے، تلوار لینے کے لئے پھر واپس آیا، تو کیا دیکھتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود بستر کو دھورہے ہیں، صحابہ کرامؓ گذارش کررہے تھے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم یہ کام کئے دیتے ہیں، لیکن آپ ﷺ فرماتے: نہیں نہیں! وہ میرا مہمان تھا، مجھے

ہی یہ کام کرنا چاہئے، اُسے کچھ نہ کہا (شاید تکلیف کی وجہ سے یہ غلطی ہوگئی ہوگی)۔

آپ کا یہ سلوک دیکھ کر اس کے دل سے شرک کی نجاست نکل گئی اور وہ ایمان لے آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو حلم اور بردباری سے حصہ دیا گیا ہے اور جسے نرمی عطا کی گئی ہے اُسے دنیا اور آخرت کی بھلائی دی گئی، اور جس شخص کو نرمی سے محروم رکھا گیا اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رکھا گیا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ایک روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی اور بردباری کو پسند فرماتا ہے، جنت میں بدخلق داخل نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک اور روایت میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کو دو باتیں پسند ہیں ایک تو بردباری وتحمل اور دوسرے غور وفکر کے بعد کام کرنا۔ (صحیح مسلم)

## حضرت یوسفؑ کا اللہ کی صفت ''الحلیم'' کی نقل کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات میں یہ بات آئی ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کے بھائی قحط کی وجہ سے مصر آئے اور بادشاہ کے دربار میں محتاج کی حیثیت سے پیش ہوئے تو وہ حضرت یوسفؑ کو نہیں پہچانتے تھے، حضرت یوسفؑ باوجود پہچان لینے اور جان لینے کے کہ یہ میرے وہی بھائی ہیں جنہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا، کنویں میں ڈال کر تنہا چھوڑ کر چلے گئے، اور پہلے بھی، پھر ابھی بھی چوری کا الزام لگا رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں بنیامین کا بھائی بھی چوری کرتا تھا، حضرت یوسفؑ نے عفو ودرگذر کرتے ہوئے صبر کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی صفت حلم کی نقل کی اور غلہ بھی دیا، پیسے بھی ان کے تھیلوں میں واپس ڈال دئے اور اللہ تعالیٰ کی صفت المنان (احسان کرنے والا) کی نقل کی۔

جب انسان پر اللہ تعالیٰ کی صفت الحلیم کا نور پڑتا ہے تو وہ غصہ بھی نہیں ہوتا، شکایات بھی نہیں کرتا اور بدلہ بھی نہیں لیتا، دوسروں کی بدسلوکی پر خود بداخلاقی کا شکار نہیں ہوجاتا۔

## بیوی کی زبان درازی پر صفتِ حلم کا مظاہرہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم عمری میں ہوگیا

تھا، اللہ کے رسول ﷺ آپؓ کی بڑی محبت اور نرمی سے تربیت کرتے رہے، ایک دن وہ کسی بات پر روٹھ گئیں اور کسی گھریلونجی بات پر ناراض ہوکر کچھ تلخ بات کر رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفت حلم (نرمی وبرداشت) کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبر وتحمل سے سمجھا رہے تھے، حضرت عائشہؓ کی آواز کچھ بلند ہوگئی، حضور اکرم ﷺ ان سے مسکرا کر بات کر رہے تھے، لیکن حضرت عائشہؓ کی آواز اسی طرح اونچی ہوتی جا رہی تھی، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے، میاں بیوی میں اختلاف دیکھ کر غمزدہ ہوئے، والد کے سامنے بھی حضرت عائشہؓ کی آواز اسی طرح اونچی رہی، حضرت ابوبکرؓ برداشت نہ کر سکے، کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے منہ زوری کر رہی ہو، تمہاری جرأت اب اتنی بڑھ گئی، غصہ میں ہاتھ اٹھا کر مارنا ہی چاہتے تھے کہ درمیان میں حضور اکرم ﷺ آ گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سہم کر بیٹھ گئیں، حضرت ابوبکرؓ غصہ میں باہر چلے گئے، رسول اللہ ﷺ اپنی چہیتی بیوی کی ناراضگی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے قریب گئے اور پیار اور نرمی سے فرمایا: کہو! کیسے بچایا، اس بات پر حضرت عائشہ صدّیقہؓ مسکرا دیں اور حضور اکرم ﷺ سے معافی مانگ لی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی بھی تربیت ایسی ہی فرمائی تھی، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ باوجود امیر المؤمنین ہونے اور جلالی ہونے کے گھر کے مختلف کاموں میں بیوی کے ساتھ صفت حلم کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص اپنی بیوی کی تیزی کی شکایت لے کر آپؓ کے گھر آیا، باہر کمرے میں آواز سنی کہ حضرت عمرؓ کی بیوی خود حضرت عمرؓ سے تیز گفتگو کر رہی ہیں، یہ سن کر بغیر کچھ کہے جانے لگا، حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ جو شکایت میں کرنا چاہتا تھا وہ آپ کے گھر میں خود دیکھ رہا ہوں، اس پر حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ دیکھو میری بیوی میرے گھر کی باورچن ہے، کھانا وقت پر بناتی ہے، ہم سب کو کھلاتی ہے، وہ میرے گھر کی دھوبن بھی ہے، میرے اور بچوں کے تمام کپڑے دھوکر پہناتی ہے، وہ

میرے بچوں کی دایہ ہے، انہیں دودھ پلاتی ہے اور ان کا بول و براز صاف کرتی ہے، وہ میرے گھر کی ماما بھی ہے' پورے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے، جھاڑو جھٹکا کرتی ہے، وہ ہر روز برتن دھوتی ہے، میرا اور میرے بچوں کے آرام کا پورا خیال رکھتی ہے، اتنے تمام کام وہ اکیلے کرتی ہے، کام کی زیادتی اور تھکن کی وجہ سے موڈ اور مزاج پر اثر پڑتا ہے، چڑچڑی ہوجاتی ہے، کبھی کبھی تیز گفتگو کرلیتی ہے تو میں نرم ہوجاتا ہوں، بیوی کے ساتھ اس کا احسان مان کر نرم لہجہ اور میٹھی گفتگو سے اس کا دل جیت لینا، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ یہ دیندار شوہر کی علامت ہے، صبر دراصل حلم ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

## قتل کے ارادہ سے آنے والے کے ساتھ صفت حلم کا مظاہرہ

فتح مکہ کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے جذبے کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے، فضالہ بن عمیر کو شیطان نے اکسایا کہ محمد اکیلے طواف کررہے ہیں، میں آسانی سے حملہ کرکے قتل کرسکتا ہوں، جب وہ ناپاک ارادہ سے آکر آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا فضالہ ہے؟ فضالہ نے کہا: جی ہاں! میں فضالہ ہوں، بتاؤ کس ارادہ سے آئے ہو؟ فضالہ نے کہا: کوئی خاص ارادہ نہیں، بس اللہ اللہ کررہا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ جواب سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا: فضالہ تم کسی اور ارادے سے آئے ہو، فضالہ حیرت زدہ رہ گیا، حضور ﷺ نے بہت ہی شفقت، تحمل اور نرمی کے ساتھ کہا: فضالہ! تم اپنے رب سے اپنے لئے معافی مانگو، اور پھر آپ ﷺ نے حلم کا اظہار کرتے ہوئے اپنا سیدھا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔

فضالہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ رکھنا ہی تھا کہ میرے دل کو عجیب قسم کا سکون وسرور حاصل ہوا اور دل کی کیفیت ہی بدل گئی، ابھی چند لمحے پہلے آپ کے قتل کے ارادے سے آیا تھا' اب آپ ﷺ کی محبت واحترام نے میرے دل میں جگہ لے لی، آپ محبوب بن گئے، میں کچھ دیر ٹکٹکی باندھے آپ ﷺ کی طرف دیکھتا رہا، اور میرے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہوگئی اور روح ایک خاص سکون محسوس کرنے لگی، جس کو میں بیان نہیں کرسکتا، اسی

کیفیت میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ساتھ گھر جا رہا تھا، راستے میں وہ محبوبہ مل گئی جس کے ساتھ میں وقت گذارا کرتا تھا، جس سے میں بہت محبت کرتا تھا، اس نے بڑی دلجوئی کے ساتھ استقبال کرتے ہوئے مجھے بلایا، میں نے کہا: نہیں! اب میں تمہارے پاس نہیں آ سکتا، میں نے اپنا ہاتھ محمد ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا ہے، اب ان کی محبت کے ساتھ دوسری محبت جمع نہیں ہوسکتی۔

## کعبۃ اللہ کی کنجی نہ دینے کے باوجود صفت حلم کا مظاہرہ

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے کعبہ کے اندر داخل ہوکر عبادت کرنی چاہی، کعبہ کی دربانی ونگرانی ایک خاص خاندان کے تحت چلی آ رہی تھی، حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اس خاندان کے فرد عثمان بن طلحہؓ تھے، آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے' ان سے کعبہ کی کنجی مانگی، تا کہ اس کا دروازہ کھول سکیں، مگر عثمان بن طلحہ نے کنجی دینے سے انکار کر دیا، اور آپ کو برا بھلا کہا، تب آپ ﷺ نے صفت حلم (برداشت ونرمی) کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبر کے ساتھ فرمایا: اے عثمان! کسی دن تم دیکھو گے کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی، مجھے اختیار ہوگا کہ میں جس کو چاہوں اُسے دے دوں، یہ سن کر عثمان بن طلحہ نے کہا: وہ دن قریش کی تباہی اور رسوائی کا دن ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس دن وہ آباد اور باعزت ہوں گے۔

ہجرت کے کئی سال بعد جب مکہ فتح ہوا اور تمام اختیار واقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ گیا، آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوتے ہی بیت اللہ میں گئے اور کعبہ کا طواف کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو بلوایا' وہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو چکے تھے، آپ ﷺ نے ان سے کنجی لی اور دروازہ کھول کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور جو بت تھے ان کو توڑ کر باہر پھینک دیا، کچھ دیر بعد کعبہ کے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں کعبۃ اللہ کی کنجی تھی' اس وقت آپ ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے: **إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا.** (النساء:۵۸) ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے تم امانتیں

اہل امانت کے سپرد کردو۔‘‘

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت علیؓ نے کنجی مانگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کوئی جواب نہیں دیا، اور فرمایا: عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ ان کو بلایا اور صفت حلم (نرمی وشفقت) کا مظاہر کیا اور یہ فرماتے ہوئے کعبہ کی چابی ان کے حوالے کی: ’’اے عثمان! اپنی کنجی لو، آج وفا اور سلوک کا دن ہے، یہ تمہارے ہی خاندان میں ہمیشہ موروثی طور پر رہے گی، ظالم کے سوا کوئی بھی تم سے اس کو نہیں چھینے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اللہ کی صفت الحلیم کی نقل تھا، باوجود صاحبِ حق کی طرف سے انکار عمل ہو، تب بھی اس کا حق اسی کو دیا گیا۔

## قرض کی وصولی میں سختی پر بھی یہودی کے ساتھ صفت حلم کا مظاہرہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عالم سے کچھ اشرفیاں قرض لی تھیں، کچھ دن گذرنے کے بعد وہ یہودی تقاضے کے لئے پہنچا، آپ ﷺ نے کہا کہ اس وقت میرے پاس تمہارا قرض ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس نے کہا کہ میں اس وقت تک تم کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم میرا قرض ادا نہ کردو، وہ اس وقت سے رات دیر تک آپ ﷺ کے حجرے کے سامنے ہی بیٹھا رہا، پھر دوسرے دن آیا اور سوچا کہ محمد (ﷺ) کا اقتدار پورے مدینہ پر قائم ہے، وہ طاقت و قوت رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مجھے ڈانٹنے اور مجھ پر سختی سے روک رکھے ہیں، بلکہ نرم سلوک کرنے کا حکم دے رہے ہیں، وہ ایماندار اور نرم دل انسان ہیں، مال آنے کے بعد ضرور قرض واپس دے دیں گے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت حلم (انتہائی نرمی و برداشت) کے اظہار پر یہ سوچ کر مسلمان ہوگیا، وہ مدینہ کا مالدار یہودی تھا، ایمان قبول کرنے سے پہلے چند اشرفیوں کا مطالبہ کررہا تھا، لیکن آپ کے حلم اور نرمی کی وجہ سے وہ اپنا سارا مال اسلام کے لئے دینے کو تیار ہوگیا۔ (بیہقی)

یہودی تورات کی نشانیوں کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم، برداشت

اور نرمی کو جانچنا چاہتے تھے۔

## دیہاتی کی بدتمیزی پر صفت حلم کا مظاہرہ

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے آپ کی چادر کو زور سے کھینچا جس کی وجہ سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا، پھر اس نے کہا: ''محمد (ﷺ)! میرے دو اونٹ ہیں ان پر گنجائش کے مطابق بیت المال سے سامان مجھے دے، کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: مال تو اللہ تعالیٰ کا ہے، اور میں اس کا عبد ہوں، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے دیہاتی سے پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا اس پر تم ڈرتے نہیں؟'' اس نے کہا: نہیں! آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ تم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، آپ ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور حکم دیا کہ دیہاتی کو ایک اونٹ کا بوجھ جَو اور ایک اونٹ کا بوجھ کھجوریں دی جائیں۔......غور کیجئے! بدتمیزی کے برتاؤ پر بھی حضور اکرم ﷺ نے صفت حلم (انتہائی نرمی و برداشت) کا مظاہرہ کیا۔

## دشمن کے قحط میں مبتلا ہونے کے باوجود صفت حلم کا مظاہرہ

ایک مرتبہ مکہ میں ایسا قحط آیا کہ لوگ بھوکے فاقے سے رہتے اور پتے اور چھال، ہڈیاں اور مُردار کھانے پر مجبور ہو گئے تھے، بچے بھوک سے بلبلانے لگے، ابوسفیان نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی تو آپ ﷺ نے صفت حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے پانچ سو دینار ابوسفیان اور صفوان کے ذریعہ مکہ والوں کی مدد کی اور قحط دور ہونے کی دعا کی، جبکہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو وطن سے بے وطن کیا، قتل کی سازش کی اور مکہ میں حد سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، لیکن پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی صفت الحلیم کی نقل میں صفت حلم (نرمی وشفقت اور برداشت) کا مظاہرہ کیا۔

## تکالیف اور بیماریوں میں قوتِ برداشت کرنا، حلم ہی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی بندے کو

کسی اونچے مقام پر پہنچانا چاہتے ہیں، وہ اس مقام تک اپنے اعمال کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، جس پر وہ صبر کرتا ہے، اس کے نتیجہ میں وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے، دولت، عیش، نعمتیں ملنے کے بعد اعتدال میں رہنا اور حلم (نرمی، شفقت وبرداشت) کرنے والے بنے رہنا۔

## پیشاب کرنے والے شخص پر صفت حلم کا مظاہرہ

ایک مرتبہ ایک بدوی شخص مسجد نبوی کے صحن میں آکر بغیر کسی خوف کے پیشاب کر رہا تھا، صحابہ کرامؓ نے اُسے روکنے کا ارادہ کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ضرورت پوری کرنے دی، اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا: تم لوگ نرمی کے لئے پیدا کئے گئے ہو سختی کے لئے نہیں اور مارنے سے روکا، اور پھر اس شخص بلا کر نرمی اور شفقت سے سمجھایا کہ یہ عبادت کرنے کا مقام مسجد ہے، یہاں پیشاب پاخانہ نہیں کر سکتے، پھر فوراً پانی منگوا کر اس جگہ ڈال دیا، اس شخص کو کوئی سزا نہیں دی، اس طرح اس کے ساتھ صفت حلم کا مظاہرہ کیا تو اس نے آپ ﷺ کے اس عمل سے متاثر ہو کر اپنے قبیلے والوں میں اس بات کا تذکرہ کیا اور پھر مسلمان ہو گیا۔

## شعب ابی طالب میں صفت حلم پر جمے رہنا

مشرکین مکہ نے خاندان بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا ۳/سال تک معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کیا، اس پر چچا ابو طالب، حضرت بی بی خدیجہؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور ابو طالب کے دیگر اہل وعیال اور اسلام قبول کرنے والے چند صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں بند کر دئے گئے، وہاں تین سال تک فاقہ کشی کی حالت رہی، کسی کو بھی غذائیں وغیرہ پہنچانے نہیں دیا جاتا تھا، بچے بھوک سے بلبلاتے تھے، اور ابو لہب ان سب سے الگ باہر رہ کر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ سخت دشمنی کا مظاہرہ کر رہا تھا اور مشرکینِ مکہ سے ملا ہوا تھا، خاندانِ بنی ہاشم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمدردی نہ کرنے، مدد نہ کرنے اور ان کو مشرکین کے حوالے کرنے اور دعوتِ

دین رکوا دینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

اس ۳؍سال کے عرصہ میں حضرت خدیجہؓ جو دولت مند خاتون ہونے کے باوجود اپنے بچوں کے ساتھ رہ کر بھی بھوک و پیاس اور تکلیف کی شکایت نہ کی اور نہ کوئی مسلمان مرتد ہوا بلکہ پورے صبر و برداشت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت الحلیم کی نقل میں اسلام پر جمے رہے، ثابت قدمی کے ساتھ اپنے ایمان کی حفاظت کی۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر دنیا کے حالات میں کبھی غیر مسلم علاقوں میں اس طرح سے بائیکاٹ کیا جائے اور ظلم وزیادتی کا معاملہ کیا جائے تو شعب ابی طالب کا یہ واقعہ ہمیں اللہ کی صفت حلیم کی نقل میں اسلام پر باقی اور جمے رہنے کا درس دیتا ہے، تکالیف، پریشانیوں، ظلم وزیادتی میں کبھی غیر مسلموں کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑنا بلکہ صبر و برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔

## موجودہ زمانہ میں مسلمان پر باطل کے ظلم کے باوجود حلم کا مظاہرہ کرنا ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اپنے خطبات میں ذکر کرتے ہیں کہ البانیہ یورپ کا شاید وہ واحد ملک ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، ایک زمانے میں وہاں کمیونزم کا غلبہ تھا، یوں تو کمیونزم والوں نے ایمان والوں کے ساتھ ہر جگہ بڑی زیادتی کی، لیکن البانیہ میں جو ظلم مسلمانوں پر کیا گیا شاید دنیا میں اور کہیں مسلمانوں پر ایسا ظلم نہیں ہوا، کمیونزم کے زمانے میں نماز پڑھنا جرم تھا، اس کی سزا موت تھی، روزہ رکھنا جرم تھا، راتوں میں سحری کے وقت کسی گھر میں روشنی آتی تو پولیس یہ تصور کرتی کہ سحری کھانے اٹھے ہیں، پورے گھر کو تباہ کر دیا جاتا، اگر کسی کے بارے میں روزہ دار ہونے کا علم ہو جاتا تو پولیس اس کو پکڑ کر لیجاتی، شراب اور خنزیر کھلاتی، اور روزہ تڑوایا جاتا تھا، لیکن ان تمام ظلم وزیادتی اور بربریت کے باوجود وہاں مسلمانوں نے اللہ کی صفت الحلیم (انتہائی صبر و برداشت کرنے والا) کی نقل کی اور بردباری اور برداشت وصبر سے اسلام پر جمے رہے اور خاموشی

کے ساتھ اسلام کی پابندی کرتے رہے۔

## بیٹی اور داماد کے ساتھ صفت حلم کا مظاہرہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی بات پر کچھ ناراضگی ہوگئی، حضرت علیؓ نے ذرا سخت رویہ اختیار کیا، حضرت فاطمہ زہراءؓ روٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تا کہ والد کو اپنی ناراضگی سنا کر کچھ بوجھ ہلکا کرلیں، ان کے پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی گھبرائے ہوئے آکر آڑ میں کھڑے ہوگئے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ ناراض ہوگئے تو میری دین و دنیا تباہ ہوجائیں گے، حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کی سختی اور غصہ کی شکایت کی، ان کی زیادتی کا حال سنایا اور زار وقطار رونے لگیں، بیٹی کو اس طرح روتا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ جو سب سے زیادہ حضرت فاطمہؓ کو چاہتے تھے آپؐ کا دل بھی بھر آیا، آبدیدہ ہوگئے، مگر صفت حلم (نرمی و برداشت) کو اختیار کرتے ہوئے بڑی نرمی و تحمل اور انتہائی برداشت کے ساتھ داماد کے خلاف کوئی جملہ کہنے کے بجائے بیٹی کو پیار سے سمجھاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹی! میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں میں اور اسلام لانے میں سب سے افضل ہے، بیٹی! میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں، وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش کی بات نہ ہوتی ہو، اور بیٹی! یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے، بیٹی! جاؤ! اپنے گھر جاؤ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے، اور میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کروں۔''

حضرت فاطمہؓ یہ باتیں سننے کے بعد ان کے دل سے شوہر کی ناراضگی دور ہوگئی، ادھر حضرت علی مرتضیٰؓ نے نرمی، محبت اور تحمل والی باتیں سنیں تو ان کا دل بھی بھر آیا، فوراً آپؐ کے سامنے حاضر ہوئے' آنکھوں میں آنسو تھے، رقت کے انداز میں حضرت فاطمہؓ سے کہا: اللہ کی قسم! آئندہ تم کوئی ایسی بات نہ دیکھوگی جس سے تمہارے دل کو دُکھ پہنچے، حضرت

فاطمہؓ کا دل بھی بھر آیا، حضرت فاطمہؓ نے کہا: نہیں! غلطی تو میری ہی تھی۔

پھر دونوں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئے، حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے اور یہ محبت اس قدر بڑھی کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ روزانہ ان کی قبر پر بیتابانہ پہنچتے اور سلام کرتے۔

## عمرہ کرنے سے روکنے کے باوجود صفت حلم کا مظاہرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قریش نے حدیبیہ کے مقام پر روک کر اُس سال عمرہ کرنے کی اجازت دینے سے منع کر دیا، اور مکہ داخل ہونے نہیں دیا، حضور اکرم ﷺ نے صلح کا معاہدہ ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ کو وہیں قربانی کرنے اور حلق کرنے کا حکم دیا، سارے صحابہؓ اُس فیصلہ سے دم بخود ہو گئے اور یہ تصور کئے کہ ہم دب کر صلح کر رہے ہیں، اور یکطرفہ معاہدہ کر رہے ہیں، اس میں مشرکین کی فتح ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاموشی کے ساتھ صفت حلم (انتہائی برداشت) کا مظاہرہ کیا اور بغیر کسی جوش، احتجاج ونعرے بازی کے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر کے مدینہ واپس ہوئے، حضرت عمرؓ بار بار حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہتے کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟! حضرت ابوبکرؓ کہتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ ہر کام اللہ کے حکم سے کرتے ہیں، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع لازم ہے، ہر کام کی حکمت ومصلحت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بظاہر مشرکین کو کامیابی دے کر نقصان اور شکست میں مبتلا کر دیا، صلح حدیبیہ میں مسلمانوں نے اللہ کی صفت حلم پر عمل کر کے نرمی اور برداشت وصبر کیا جس کی وجہ سے وہ معاہدہ ہوسکا اور مکہ کے وہ لوگ جو مسلمانوں کے رشتہ دار، دوست احباب تھے آزادی کے ساتھ مدینہ آنے لگے، اور صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ زندگیوں پر غور کرنے لگے، اسی معاہدہ کی وجہ سے مسلمان آزادی کے ساتھ عرب سے باہر اور عرب کے دوسرے علاقوں میں دعوت آسانی سے دے سکے، دس سال جنگ نہ کرنے کے معاہدہ کی وجہ سے بہت سے عرب قبائل اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے، جن مسلمانوں کو مکہ

واپس کیا جا رہا تھا، وہ راستے میں اپنے کو قید سے چھڑا کر ریگستانوں میں چھپ گئے اور مکہ والوں کے لئے دردِ سر بن گئے، مکہ والوں کے ظلم کی وجہ سے ان کے تجارتی قافلوں کا مال لوٹنے لگے، یہ حالات جنگ نہ کر کے صفت حلم سے معاہدہ کرنے سے پیدا ہوئے۔

## صلح حدیبیہ میں اللہ کی صفت حلم کا مظاہرہ

مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو حدیبیہ کے مقام پر روک دئے اور قریش کے سردار سہیل بن عمرو (ابوجندلؓ کے والد) کو معاہدہ طے کرنے کے لئے بھیجا، ابھی معاہدہ زبانی طے ہوا تھا کہ ابوجندلؓ لوہے کی بیڑیوں میں خون آلود حالت میں جو اسلام قبول کر چکے تھے کسی طرح حدیبیہ تک آ گئے، تو ان کے والد سہیل بن عمرو نے بیٹے کو ان کے حوالے کرنے کو کہا، ورنہ دھمکی دی کہ ہم کوئی صلح نہیں کریں گے، حضرت ابوجندلؓ نے پکار پکار کر کہا کہ اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا؛ حالانکہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں؟ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ ان لوگوں نے مجھے کس قدر عذاب پہنچایا ہے؟ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے انہیں واپس کر دیا کہ صبر کرو! اللہ تمہارے لئے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے گنجائش پیدا کرے گا۔ (ابن ہشام)

سارے صحابہؓ حضرت ابوجندلؓ کی باتیں سن کر بہت تکلیف محسوس کر رہے تھے اور اللہ کی صفت حلیم کی نقل میں صبر اور بے انتہا برداشت سے کام لیا، کسی قسم کی لڑائی، طیش اور جوش کا مظاہرہ نہیں کیا، اپنے ہوش اور جذبات کو قابو میں رکھا، انتہائی تحمل و برداشت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندلؓ کو دشمن یعنی مشرکین مکہ کے حوالے کر دیا۔

## ثمامہ بن اثال کے ساتھ صفت حلم کا مظاہرہ

ثمامہ بن اثال قبیلہ بنوحنیفہ یمامہ کا سردار تھا، اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا، اس کے لوگ صحابہؓ کو قتل کئے تھے، اتفاق سے یہ صحابہؓ کے ہاتھ لگ گیا، اس کو گرفتار کر کے مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس آ کر پوچھا: تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) اگر تم

مجھے قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے، اگر زرِ فدیہ چاہتے ہو تو میں دینے کو تیار ہوں، اگر احسان کرو گے تو مجھ پر احسان ہوگا، میں شکر گذار رہوں گا، یہ جواب سن کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے، پھر دوسرے اور تیسرے دن آپ ﷺ نے وہی سوال کیا، اس نے دوسرے اور تیسرے دن بھی وہی جواب دیا، رسول اللہ ﷺ نے اُسے فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت حلم کے مظاہرے سے وہ بے حد متاثر ہوا اور قریب کے باغ میں جا کر غسل کر کے واپس آیا، صحابہؓ تعجب سے اُسے دوبارہ واپس آتے دیکھ رہے تھے، اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آج سے پہلے دنیا میں کوئی شخص آپ سے زیادہ میری نظر میں بُرا نہ تھا، آپ کے شہر اور آپ کے دین سے زیادہ روئے زمین پر مجھے بغض کسی اور سے نہیں تھا، لیکن اب آپ سے' آپ کے دین سے' اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی محبوب نہیں، میں عمرہ کے لئے جانا چاہتا تھا، آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا ہے، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے عمرہ پورا کرنے کو کہا، مکہ گیا، وہاں مشرکین کو اس کے مسلمان ہونے کی خبر ہوگئی تو انہوں نے طعنہ دیا، تو اس نے ان سے کہا: بغیر رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے ایک دانہ گیہوں کا نہ دوں گا۔ (صحیح بخاری)

مشرکین کا وفد گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ گیا، اور غلہ کی گذارش کی، رسول اللہ ﷺ نے صفت حلم کا مظاہرہ کیا اور حضرت ثمامہؓ سے غلہ دینے کو کہا۔

اس زمانے کے لحاظ سے قبائلی زندگی میں دشمن ہاتھ آجانے کے بعد اس کا ایک ہی انجام تھا کہ وہ قتل کر دیا جاتا، اس نے کہا: اگر آپ چھوڑ دیں تو میں احسان مند رہوں گا، مگر رسول اللہ ﷺ نے صفت حلم کا مظاہرہ کر کے اس کے جسم کو قتل نہیں کیا، بلکہ اس کی روح پر قبضہ کر لیا، وہ ہمیشہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا قیدی بن گیا۔

## انتقام لینے والوں کے ساتھ بھی صفت حلم کا مظاہرہ

بدر کی جنگ کے بعد مقتولین کا بدلہ لینے قریش بے تاب تھے، ان میں عمیر بن وہب' رسول اللہ ﷺ کا سخت کٹر دشمن تھا، اس کا بیٹا مدینہ میں قیدی تھا، صفوان بن امیہ اس کا خاص

دوست تھا، ایک دن عمیر نے اس کے سامنے ذکر کیا کہ اب جینے میں مزہ نہیں، اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا اور بال بچوں کی فکر نہ ہوتی تو میں محمد (ﷺ) کو کسی بہانے قتل کر دیتا، صفوان نے یہ سن کر کہا کہ میں تمہارے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں، تم محمدؐ کو قتل کرنے کی تیاری کرو، اس نے اپنی تلوار زہر میں بجھائی اور سیدھا بیٹے کو چھڑانے کی غرض سے مدینہ چلا گیا۔

حضرت عمرؓ کی نگاہ اس پر پڑی، اس کو پکڑ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش کر دیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صفت حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت نرمی، تحمل اور انتہائی بردباری کے ساتھ عمیر کو اپنے پاس بٹھایا، محبت سے باتیں کیں، پھر پوچھا: بتاؤ کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لئے آیا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ تلوار کیوں لٹکا رکھی ہے؟ پھر فرمایا: کیا تم اور صفوان بن امیہ نے حجرے میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟ عمیر یہ سنتے ہی سناٹے میں آ گیا، بے اختیار ہو کر بولا: اے محمدؐ! بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، خدا کی قسم! میرے اور صفوان کے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب نہیں دیا اور کوئی غصہ اور ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، اس سے متاثر ہو کر اس نے فوراً کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ واپس جا کر دینِ اسلام کی تبلیغ کرے گا، انسان جب صفت حلم کا مظاہرہ کرتا ہے تو بڑے سے بڑا دشمن بھی شرمندہ ہو کر اس کا دوست بن سکتا ہے۔

## قرض کے ادا کرنے میں صفت حلم کا مظاہرہ

ایک مرتبہ حضرت زید بن سعنہؓ جو ابھی یہودی تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھے، ایک شخص کچھ امداد مانگنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آیا، اس وقت آپ کے پاس امداد کے لئے کچھ نہ تھا، حضرت زید بن سعنہؓ نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اتنے دن تک کے لئے قرض دیتا ہوں، وہ چونکہ توارت میں رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ نشانیاں جانچنے کے لئے قریب آئے تھے، اور آپ ﷺ کی حلم و بردباری دیکھنا چاہتے تھے، بہرحال آپ ﷺ اس بات پر راضی ہو گئے اور ان سے قرض لے کر مدد کر دی۔

حضرت زید بن سعنہؓ، رسول اللہ ﷺ کا حلم وصبر جانچنے کے لئے وقت سے ۳/دن پہلے پہنچ گئے اور انتہائی سختی سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا، اور کندھے کی چادر کھینچتے ہوئے کُرتا پکڑ کر کہا کہ میرا قرض ادا کرو، عبدالمطلب کی اولاد کو اپنے وعدے کا پاس نہیں ہے، تم لوگوں کا مال قرض لے کر بیٹھ جاتے ہو، اور واپس نہیں کرتے۔

حضرت عمر فاروقؓ وہیں کھڑے تھے، ان کو اس انداز سے قرض کے مطالبہ پر غصہ آگیا، انہوں نے ان کو ڈانٹا، قریب تھا کہ ان پر ہاتھ اُٹھادیں، مگر رسول اللہ ﷺ مسکراتے رہے اور یہودی سے صرف اتنا کہا کہ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں، حالانکہ مکہ مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوچکی تھی، طاقت کے باوجود نرمی سے بات کی، حضرت زید بن حارثہؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم ان کا قرض جو ہمارے ذمہ واجب ہے کہیں سے انتظام کروا کر ادا کردو۔

حضرت عمرؓ سے فرمایا: میں اور یہ یہودی تم سے ایک اور برتاؤ کے زیادہ ضرورت مند تھے، مجھ سے تم بہتر ادائیگی کے لئے کہتے اور اس سے بہتر تقاضے کے لئے، پھر زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ فلاں شخص سے کھجوریں لے کر ان کا قرض ادا کردو اور کچھ زیادہ دے دو، کیونکہ عمرؓ نے ان کو جھڑکا ہے۔

حضرت زید بن سعنہؓ نے مال لے کر جب تولا تو زیادہ تھا، کہا: یہ تو زیادہ آگیا ہے، دینے والے نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے زیادہ دینے کا حکم دیا ہے، وہ فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ معاف فرمادیجئے، میں نے صرف آپ کی حلم و بردباری اور صبر کی جانچ کے لئے یہ گستاخی کی تھی، میں کلمہ پڑھ کر آپ پر ایمان لاتا ہوں۔

## طائف کے سفر میں زخمی ہونے کے باوجود صفت حلم کا مظاہرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دین کے لئے طائف کا سفر کیا، لیکن وہاں کے بڑے تینوں سرداروں نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کردیا، واپسی پر آوارہ لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگادیا کے وہ آپ کو ستا کر مار بھگائیں، ان لڑکوں نے آپ کو بہت ستایا اور پتھر مارتے رہے جس سے آپ بہت سخت زخمی ہوگئے، جب حضور ﷺ طائف شہر سے باہر

نکلے اور ایک باغ کے درخت کے نیچے پناہ لی، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا، انہوں نے پکار کر حضور ﷺ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ سنا اور دیکھا جو آپ کی قوم نے آپ کو جواب دیا اور جو کچھ آپ کے ساتھ کیا، اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذمہ دار فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں اُسے حکم دیں، پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد ﷺ! ان سنگ دلوں نے جو جواب دیا اور جو ظالمانہ برتاؤ آپ کے ساتھ کیا سب اللہ نے سنا اور دیکھا، میں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں، آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان پر دونوں پہاڑوں جبل ابوقبیس اور جبل احمر کو ایک دوسرے سے ٹکرا دوں کہ یہ قوم ان کے بیچ پِس جائیں، حضور ﷺ نے اللہ کی صفت حلم کی نقل کرتے ہوئے فرشتے کو جواب دیا: نہیں! میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کے قلوب کھول دے یا پھر ان کی نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو ہدایت قبول کر کے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کریں گے۔

جب رحمۃٌ للعالمین ﷺ آرام لینے کے لئے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے انگور کے باغ کی دیوار سے بیٹھے، تو انہوں نے دیکھا اور اپنے غلام عداس سے انگور کا ایک خوشہ طبق میں رکھ کر بھیجا، آپ ﷺ نے جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھایا تو عداس عیسائی تھے، اللہ نے صفت ہادی سے ان کو ہدایت دی، تعارف حاصل کر کے جانا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، تو ایمان لے آئے۔

مگر طائف سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ہادی کے ذریعہ جنوں کو ہدایت سے سرفراز کیا، جنوں نے ایمان لاکر اپنے قبیلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو پہنچایا، پھر آپ ﷺ کو دعوتِ دین کے لئے اپنے قبیلوں میں بھی لے گئے، واپسی کے بعد مکہ میں داخل ہونے کے لئے کسی کی امان اور پناہ کی ضرورت تھی، ابولہب نے امان دینے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت نصیر کے ذریعہ مطعم بن عدی سے امان دلائی، کہ وہ آپ ﷺ کے پاس باقاعدہ اپنے بیٹوں اور غلاموں کے ساتھ ہتھیار بند ہو کر آیا اور آپ کو اپنی امان میں

لینے کا اعلان کیا اور پورے احترام سے اپنے ساتھ لے کر مکہ میں داخل ہوا۔

## بیٹی کو بدنام کرنے کے باوجود صفت حلم کا مظاہرہ

مدینہ کی تاریخ کا ایک واقعہ مشہور ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام لگایا گیا، پوری آبادی میں منافقین نے اس بات کو لیکر بدنامی پھیلادی اور ان کے ساتھ ایک بدری صحابی حضرت مسطحؓ بھی افواہ پھیلانے میں شریک ہوگئے، وہ حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے، غریب ونادار ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ ان کی امداد کرتے تھے، ان کے اس غلط افواہ اور جھوٹے الزام کو پھیلانے میں لوگوں کا ساتھ دینے پر حضرت ابوبکرؓ نے ان کی امداد بند کرنے کا ارادہ کرلیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اگر کوئی شخص معاشی اعتبار سے ضرورت مند ہے تو اس کے اخلاقی جرم کی وجہ سے اس کی مالی امداد بند نہ کرو؛ بلکہ اس کے جرم کو درگذر کرتے ہوئے اس کی امداد کو جاری رکھو۔

قرآن میں ان الفاظ سے خطاب کیا گیا: ''تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور گنجائش والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ دار، محتاجوں اور اللہ کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کی مدد نہ کریں گے، ان کو معاف کردینا چاہئے اور عفوودرگذر کرنا چاہئے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے، اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (سورۃ النور:۲۲)...... جب حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی یہ تاکید سنی تو فوراً امداد جاری کردی اور مقدار دوگنی کردی۔ اس واقعہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی افواہ پھیلانے میں حصہ لیا، مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے صفت حلم کی نقل میں ان کے ساتھ ہمیشہ عزت واحترام کا برتاؤ کیا، حالانکہ لوگ انہیں یاد دلاتے کہ آپ کو اس شخص نے بدنام کیا تھا، کبھی شکایت نہیں کی، پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں صحابہؓ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

## حضرت حاطبؓ کی خطا پر صفت حلم کا مظاہرہ

بدری صحابی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ سے فتح مکہ سے پہلے غلط فہمی کی بناء پر ایک غلطی ہوگئی تھی، وہ سمجھے کہ رسول ﷺ پیغمبرِ خدا ہیں، وہ جب مکہ پر حملہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ

ضرور فتح عطا کرے گا، اس لئے اگر مشرکین مکہ کو پہلے اطلاع دے کر اپنے اہل وعیال کے لئے ہمدردی حاصل کرلوں تو کوئی حرج نہیں، اس خیال سے مشرکین مکہ کو خفیہ راز میں حضور ﷺ سے اجازت لئے بغیر اور کسی کو بتائے بغیر ایک خط ایک عورت کے ذریعہ جو مکہ سے آئی تھی کچھ درہم دے کر حوالے کیا، وحی کے ذریعہ اللہ نے اپنی صفت علیم سے اس کی اطلاع دے دی، جب خط مل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر سچائی دریافت کی، تو انہوں نے صاف صاف طریقے سے جو بات تھی حضور ﷺ کو بتادی، کچھ نہیں چھپایا، حضرت عمرؓ کو غصہ آیا، وہ تلوار کھینچ کر ان کی طرف بڑھے اور گردن اُڑانے کے حکم کے منتظر تھے، لیکن نبی کریم ﷺ نے منع کیا، اور فرمایا کہ حاطب بدری صحابی ہیں، ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے صفت حلم اور عفو کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت حاطبؓ کی اس غلطی کو درگذر کردیا۔

اس واقعہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم اور معافی کا سلوک کرکے حلم کا مظاہرہ کیا اس میں یہ سبق ملتا ہے کہ جب کسی انسان سے غلطی ہوجائے تو تحقیق کئے بغیر سزا دینے میں جلدی نہ کی جائے، اس کی اگلی پچھلی حالت پر غور کرنا کہ وہ کتنا اللہ، رسول اور اسلام کا کتنا تابع دار و وفادار اور چاہنے والا ہے، کن حالات اور مجبوریوں میں غلطی کی، پھر غلطی کرکے اس کا اقرار سچائی کے ساتھ کیا، انہوں نے ایسے وقت جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، ساتھ دیا تھا اور غزوۂ بدر میں شرکت کی، ایمان واسلام کی خاطر بیوی بچوں کو چھوڑ کر اکیلے ہجرت کی، ان کا کفار کی طرف کوئی جھکاؤ نہیں تھا اور نہ مدد کی نیت تھی، بس اپنے اہل و عیال کی فکر وحفاظت کے لئے انہوں نے ایسا کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ تنگ دل آقا کی طرح نہیں جو ذرا سی بات اور ہر غلطی پر ناراض ہوتا ہے اور ذرا سی خطا پر اپنے بندوں کی ساری خدمات اور وفاداری پر پانی پھیر دیتا ہے، وہ تو الحلیم ہے، بردبار اور انتہائی برداشت کرنے والا، نرمی کرنے والا، شفقت سے کام لینے والا، عفوو درگذر کرنے والا ہے، جو بندہ اس کا وفادار ہو اس کی خطاؤں کو درگذر اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے، اور جو کچھ وہ نیک اعمال کرتا ہے وہ اپنی صفت الشکور سے اس کی قدر کرتا ہے، اس

کے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے۔

## حضرت ابوحنیفہؒ کا صفت حلم کا مظاہرہ

حضرت امام ابوحنیفہؒ عام طور پر راتوں میں عبادت کی وجہ سے دیر تک جاگتے اور ظہر تک تجارت کے معمولات دیکھتے اور ظہر کے بعد آرام کرتے، ایک دن آپ ظہر کے بعد آرام کرنے اپنے گھر کے بالا خانے پر ابھی لیٹے ہی تھے کہ ایک شخص نے دروازہ پر دستک دی، حضرت نیچے اتر کر گئے، دروازہ کھولا، اس نے کہا مجھے دراصل ایک مسئلہ پوچھنا تھا، آپ کے آتے ہی میں بھول گیا، تو امام ابوحنیفہؒ نے نرمی سے فرمایا: اچھا یاد آنے پر آجانا، آپ ابھی لیٹے تھے کہ وہ شخص دوبارہ آیا، آپ نیچے گئے، تب اس شخص نے کہا کہ آپ کے آتے ہی میں بھول گیا، تب آپ نے اُسے پھر نرمی سے فرمایا کہ ٹھیک ہے، یاد آنے پر آجانا، پھر تیسری بار وہی شخص لیٹنے کے کچھ ہی دیر بعد آیا، آپ نیچے تشریف لے گئے، دیکھا وہی شخص آیا ہے، اس نے کہا کہ مسئلہ یاد آگیا، اس نے پوچھا کہ انسان کا پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا کڑوا؟ حضرت امام صاحبؒ فوراً جواب دئے کہ تازہ ہو تو میٹھاس ہوتی ہے اور سوکھ جائے تو کڑوا ہو جاتا ہے، اس پر اس شخص نے کہا: کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ امام صاحب بڑے اطمینان سے کھڑے کھڑے فرمایا کہ ہر چیز چکھنے سے ہی معلوم نہیں ہوتی، کچھ چیزیں عقل سے بھی معلوم ہو جاتی ہیں، اگر پاخانہ تر ہو تو اس پر چیونٹے کیڑے آجاتے ہیں، اور خشک ہو تو اس پر نہیں آتے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ تر میں کچھ مٹھاس ہوگی، خشک میں نہیں ہوگی۔

جب حضرت ابوحنیفہؒ سے یہ بات سن لی تو اس نے معافی چاہتے ہوئے کہا: میں نے دراصل یہ ساری بات اور آپ کو بار بار تکلیف اس لئے دی کہ میں آپ کی بردباری اور حلم کو جانچنا چاہتا تھا، میرا کسی سے مباحثہ ہوا تھا کہ حضرت سفیان ثوریؒ زیادہ بردبار ہیں یا امام ابوحنیفہؒ؟ اس طرح سے انسانوں کو برداشت کر کے صبر کرنا اور ان کی کیفیت کو پی جانا اللہ کو بہت پسند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے: **اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَ زَیِّنِّیْ بِالْحِلْمِ.** اے اللہ! مجھے علم کے ذریعہ استغناء عطا فرما اور حلم کی زینت عطا فرما۔

# اللہ تعالیٰ کی صفات: اَلْعَفُوُ۔ اَلْغَفُوْرُ۔ اَلْغَفَّارُ

درگذر کرنے والا۔ بخشنے والا۔ بہت مغفرت کرنے والا

**ذٰلِکَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِہٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْہِ لَیَنصُرَنَّہُ اللّٰہُ إِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ** o (الحج:٦٠)

ترجمہ: یہ بات تو طے ہے، اور (آگے یہ بھی سن لو کہ) جس شخص نے کسی کو بدلے میں اتنی ہی تکلیف پہنچائی جتنی اس کو پہنچائی گئی تھی؟ اس کے بعد پھر اس سے زیادتی کی گئی' تو اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا، یقین رکھو کہ اللہ بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے یہ اسمائے حسنیٰ **العفو۔ الغفور** اور **الغفار** تقریباً تھوڑے سے فرق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ مہربانی، درگذر، معاف کرنے اور گناہوں کو مٹا دینے کو ظاہر کرتے ہیں۔

صفت: **العفو** میں بندوں کے معافی مانگنے اور غلطی پر نادم ہونے پر گناہوں کو بالکل مٹا دینے کے معنیٰ پائے جاتے ہیں، اخلاق کی اصطلاح میں کسی کی غلطی سے درگذر کرنے کو عفو کہتے ہیں، گویا معاف کرنے والا اس کی غلطی کو مٹا دیتا ہے اور غلطی پر پکڑ اور سزا نہیں دیتا، اس طرح معاف کر دیتا ہے کہ اس سے کوئی غلطی ہی نہ ہوئی ہو۔

''**العفو**'' عام لوگ جو عذاب کے مستحق ہو گئے تھے ان کو عذاب نہ دے کر مہلت اور سنبھلنے کا موقع دے کر درگذر کرتے ہوئے دنیا کی نعمتیں جاری رکھنا اور ایمان والوں کی سچی پکی توبہ پر عفو کے ذریعہ ان کے گناہوں سے نفرت کرنے اور توبہ کر کے نیکیاں اختیار کرنے کے بعد گناہوں کو مٹا دینا۔

''**الغفور**''۔ بہت معاف کرنے والا، بار بار درگذر کرنے والا۔

''**الغفار**''۔ سچی پکی توبہ واستغفار پر فرمانبردار نیک لوگوں کے گناہوں کو دنیا اور آخرت میں چھپا دینے والا، مہربانی اور شفقت کا پردہ ڈالنے والا، نامۂ اعمال سے گناہ

مٹا دینے والا، گناہوں کو نیکیوں میں بدلنے والا۔

عفوودر گذر اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم صفت ہے، اگر یہ نہ ہوتو دنیا ایک سکنڈ کے لئے بھی باقی نہ رہتی اور انسانوں کے گناہوں سے سونی پڑ جاتی ،قرآن مجید میں ۷۰ رسے زیادہ آیتوں میں غفور (بخشنے والا) آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام صفات میں اس صفت کی نقل کرنے کی انسانوں کو سب سے زیادہ اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرتا ہے، ہمیں بھی اسی کی نقل میں معاف کرتے رہنا چاہئے، نقل اصل کے برابر نہیں ہوتی۔

ان صفات کو سمجھنے سے ایمان والوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ناامید نہ ہوں، اور چاہے آسمان تک گناہوں سے بھر جائیں، اگر شرک سے محفوظ رہیں گے اور سچی پکی توبہ کریں گے تو وہ گناہوں کو معاف کردے گا اور نامۂ اعمال سے مٹا دے گا، ان پر پکڑ نہیں کرے گا اور نہ ان کو انسانوں کے سامنے ظاہر کرے گا۔

## ان صفات سے ناواقفیت کی وجہ سے گمراہی پھیل رہی ہے

☆ دنیا میں ایمان سے خالی انسان گناہ اور نافرمانی کرکے اپنے پیشواؤں کے پاس جاکر گناہوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان پیشواؤں کی طرف سے ان پر وہ کچھ جرمانہ لگا کر دنیا کی عدالت اور پولیس کی طرح معاف کردیتے ہیں، یا اللہ سے معافی کروانے کا وعدہ اور عہد کرتے ہیں، یہ شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو گناہ پر معاف کرنے کا اختیار ہی نہیں، غیر ایمان والے اللہ تعالیٰ کی پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے اور اللہ کی ان صفات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے گناہوں کی تلافی کے لئے جسم و جان کو تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں یا پھر کسی ندی اور دریا کو مقدس سمجھ کر اس میں غوطہ لگانے اور نہانے سے پاپ کے دُھل جانے کا تصور رکھتے ہیں۔

## ان صفات کی تعلیم نہ ملنے کی وجہ سے انسانوں میں دشمنی پیدا ہوتی ہے

دنیا امتحان کی جگہ ہونے کی وجہ سے انسانوں پر مختلف قسم کے منفی حالات آتے رہتے ہیں، مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے خاندان وقبیلہ

میں کسی پر ظلم وزیادتی، قتل وخون اور ناانصافی ہونے پر معاف کرنے اور عفو ودرگذر کرنے اور بدلہ نہ لینے کی قوتِ برداشت، تحمل اور صبر کرنے سے دور تھے، برسوں جنگ وجدال اور خون خرابے میں مبتلا رہے، دشمنی خاندان درخاندان چلتی رہتی، وہ بدلہ اور انتقام لئے بغیر نہیں رہتے تھے، اور ایک انسان کا بدلہ لینے کے لئے دس انسانوں کا قتل کرتے تھے، آج بھی انسانوں کی جہالت اور انتقام لینے کی کیفیت وہی ہے۔

## ان صفات کے ذریعہ انسانوں کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی گئی

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی معرفت کروانے اپنی صفات **عفو، غفور** اور **غفّار** کی صفات کو دنیا میں نازل کرکے ایمان والوں کو گویا یہ تعلیم دی کہ وہ خلیفۂ زمین کی حیثیت سے دنیا میں رکھے گئے ہیں، لہٰذا خلیفہ اپنے مالک کی صفات پر نظر رکھے اور مالک کی صفات کی نقل کرے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

**صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ o** (البقرہ:۱۳۸)

ترجمہ: (اے مسلمانو! کہہ دو کہ) ''ہم پر اللہ نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے، اور کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ چڑھائے؟ اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔''

اس لئے ایمان والے انسانوں کی غلطیوں اور زیادتیوں کو معاف کرنے والے بنیں، عفو ودرگذر کرنے والے بنیں، معاف کرنا' انتقام لینے سے بہتر ہے، گرچہ اللہ نے ظلم کے برابر کا بدلہ لینے کی اجازت ضرور دی ہے لیکن عفو ودرگذر اور معاف کردینے کو افضل قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ بحیثیت المنتقم (انتقام وبدلہ لینے والا) پوری طاقت وقدرت رکھتا ہے اور شدید العقاب یعنی سخت ترین سزا دے سکتا ہے اور قہار وجبّار (سب کو دبا کر اپنے قابو میں رکھنے والا، اپنی کائنات کا نظم ونسق درست رکھنے والا) ہونے کے باوجود اپنے بندوں کو سنبھلنے، سدھرنے اور گناہوں کو بار بار معاف کرکے اپنی صفات عفو اور غفور کا اظہار کرتا ہے، اور وہ بڑا درگذر کرنے والا، معاف کرنے والا، رحم کرنے والا خالق ومالک ہے۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک معافی افضل ہے، وہ خود انسانوں کی سچی توبہ پر بار بار معاف کرکے سزا

وعذاب نہیں دیتا اور نہ پکڑ کرتا ہے، وہ بندوں کی مغفرت ان کے خوف اور ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی صفت عفو، غفور اور رحیم کی وجہ سے فرماتا ہے۔

اس نے اپنے ایمان والے بندوں کو ان صفات کی نقل کرتے ہوئے دوسرے انسانوں کی زیادتیوں کو بھولنے اور معاف کردینے کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان دنیا میں فساد سے جنگ، لڑائی جھگڑے اور دشمنی سے بچ کر ایک دوسرے سے اُنس ومحبت کے ساتھ رہ کر آپسی تعلقات برقرار رکھ سکے۔

جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہوجانے اور رخسار وہونٹ زخمی ہوجانے اور خون میں لہولہان ہوجانے پر کچھ بد دعا کے الفاظ نکلنے پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا اور معاف کر کے رحمت، عفوو درگذر کو اختیار کرنے کی تاکید کی۔ انسانوں کو اللہ والوں نے **تخلقوا باخلاق الله** کی تاکید کی، یعنی اللہ کے اخلاق اختیار کرو، جس کا تعلق ایمان والے بندوں ہی سے ہے کہ وہ اخلاقِ الٰہی کی نقل کریں اور یہ موقع انسانوں کو صرف دنیا ہی میں ہے' مرنے کے بعد نہیں مل سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تاکید پر بڑے بڑے دشمنانِ اسلام کو اللہ تعالیٰ کی صفت عفوودرگذر ہی کی نقل میں معاف کیا۔

## اللہ تعالیٰ بے انتہا برداشت کرنے والا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذیت ناک باتیں سننے کے باوجود ان پر صبر کرنے والا اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں کہ انسان اس کی اولاد قرار دیتے ہیں، وہ پھر بھی انہیں عافیت سے نوازتا ہے اور انہیں رزق دیتا ہے۔ (بخاری:۶۰۹۹)

ایمان والے ان صفات پر نظر رکھیں گے اور ان صفات کی نقل کرتے رہیں گے تو ان میں صفت حلم اور درگذر کی صلاحیت پیدا ہوگی، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کی نقل کرنے والے اعلیٰ ترین اور عمدہ انسان بنیں گے اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا، اور ایمان والوں میں عالی حوصلہ وسیع النظری دوسروں کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی، ورنہ

وہ شیطانی صفات کا شکار ہو جائیں گے۔

## ان صفات کی نقل سے انسانوں کو بہت فائدہ ہوگا

یہ صفات بھی ایمان والوں کے اخلاق کا نور، زیور اور اعمال صالحہ کی خوبصورتی ہے، ان صفات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ انسانوں سے قریب رہ سکیں گے، دشمنی سے بچ سکیں گے، دوستی، محبت، بھائی چارگی پیدا ہوگی، اور بغض وعداوت، کینہ کپٹ اور برسوں کی دشمنی ختم ہو جائے گی، ظالم ترین اور سخت دشمن کو بھی ان صفات سے شرمندہ کیا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ان ہی صفات کی وجہ سے انسانوں کو گناہوں پر بار بار توبہ کا موقع عطا فرما رہا ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچ جاتے ہیں اور نیکی پر چل سکتے ہیں۔

فتح مکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صفت عفو ودرگذر اور حلیم کا نور عطا کر کے معاف کر دینے کا اعلان کروایا، انصاری فوج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں ان کی جماعت کا جھنڈا تھا، ان کی نظر داخل ہوتے وقت جیسے ہی حضرت ابوسفیانؓ پر پڑی انہوں نے پورے جوش و جذبہ اور گرج دار آواز میں کہا: **الیوم یوم الملحمة.** ''آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے، آج کعبہ کے ماحول میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔''

ان کے پیچھے ہی رسول اللہ ﷺ ایک دستہ کے ساتھ تھے، جو بہت ہی سادگی اور عاجزانہ شان کے ساتھ گذر رہے تھے، ابوسفیان کی نظر جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑی تو وہ قریب جا کر بولے یا رسول اللہ ﷺ! سعد بن عبادہ اس طرح کی بات کہتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سعد نے صحیح بات نہیں کی، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے، آج رحم اور معافی کا دن ہے، **الیوم یوم المرحمة.** آج رحمت اور عفو وکرم کا دن ہے۔...... پھر آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فوجی علم لے کر ان کے بیٹے کے حوالے کر دینے کا حکم دیا۔

## فتح وکامیابی کے باوجود اللہ کی صفت عفو ودرگذر کی نقل

نبی کریم ﷺ مکہ میں دنیا کے حکمرانوں کی طرح تکبر، غرور اور فاتحانہ شان کے ساتھ داخل

نہیں ہورہے تھے، نہ صحابہؓ کی طرف سے کوئی اکڑ اور بدلہ لینے کے نعرے اور نہ فتح واقتدار کی شان اور جشن کی کیفیت کا شور تھا، دنیا داروں کی طرح بدمستیاں کرتے ہوئے داخل نہیں ہورہے تھے، پوری فوج اپنے آقاﷺ کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہوئے داخل ہو رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے شکرانے کے طور پر عاجزی و بندگی میں سر مبارک سواری پر اس طرح جھکا دیا تھا کہ پیشانی کجاوے کو چھو رہی تھی اور آپ سورۂ فتح کی آیت: **اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا**. ''بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کردی'' تلاوت کرتے ہوئے جارہے تھے۔

پھر بیت اللہ میں نمازِ شکرانہ ادا کرنے کے بعد جب مکہ کے سارے لوگ خوف و ہراس اور ہیبت میں کعبہ کے اطراف جمع تھے تب آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا جو قیامت تک کے انسانوں کی رہبری اور عبرت کا درس ہے، خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے پورے مجمع پر ایک نظر ڈالی، ہر طرف خاموشی اور سناٹا ہی سناٹا تھا، لوگوں پر اپنے مستقبل کے بارے میں ہیبت طاری تھی کہ کیا فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا تھا، گالیاں اور طعنے دیتے تھے، کعبۃ اللہ میں اللہ واحد کی عبادت کرتے وقت گلے میں چادر ڈال کر مارا پیٹا تھا، نماز کی حالت میں آپ ﷺ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی لا کر ڈال دی تھی، آپ ﷺ پر غلاظتیں پھینکی تھیں، راستے میں کانٹے بچھائے تھے، پتھر برسا کر لہولہان کیا تھا، اور آپ ﷺ کے عزیزوں کی لاشوں کا مُثلہ کیا تھا، کلیجہ چبایا تھا، شعبِ ابی طالب میں قید کر کے بھوک اور فاقوں میں مبتلا کردیا تھا، مکہ کے امن وعظمت کو ختم کردیا تھا، اور امانت دینے سے انکار کیا تھا، ایمان قبول کرنے والوں کو مارتے، تکلیفیں پہنچاتے، ان کے گھر لوٹ لیتے، ان کے بیوی بچوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کرتے تھے، بعض صحابہ کو تو تپتی ہوئی ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر ان کی پیٹھ پر وزنی پتھر رکھ کر گھسیٹا تھا کہ یا تو کفر قبول کرو یا پھر مرجاؤ، غلاموں کو قتل کیا تھا، ہجرت کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کے مکانوں پر ناجائز قبضہ کرلیا تھا، اور سب مل کر قتل کا پروگرام بنایا تھا اور قتل کرنے کے ارادہ سے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ

بھی کیا تھا اور آپ ﷺ کے قتل پر ۱۰۰ اونٹوں کا انعام بھی رکھا تھا، جنہوں نے ہجرت کے باوجود مدینہ میں سکون کی سانس لینے نہیں دی تھی اُن میں وہ بھی تھے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب پر نظر ڈال کر پوچھا: جانتے ہو آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ بے بسی اور ندامت وخوف کے عالم میں ہر طرف ایک ہی صدا ''رحم! رحم! رحم'' کی گونجی، کہ آپ عالی ظرف اور شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آج تم پر کوئی گرفت نہیں! جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی صفت عفو ودرگذر کا اظہار کروا کر ان کے جسموں کو قتل نہیں کیا، مگر روحوں کو آپ ﷺ کا غلام بنا دیا، جس کی وجہ سے ہزاروں انسان جوق در جوق اسلام میں داخل ہو کر ایمان والے بنے اور ان کی نسلوں سے لاکھوں انسان مسلمان بن کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے، یہ صرف اللہ کے حلیم، عفو، غفور اور غفار کی نقل کا نور تھا جو رسول اللہ ﷺ سے ظاہر ہوا، اگر انتقام اور بدلہ لینے کا حکم دیا جاتا' جبکہ اللہ تعالیٰ منتقم (انتقام لینے والا) اور متین (زبردست قوت وطاقت والا) ہونے کے باوجود اس نے عفو ودرگذر سے کام لیکر معاف کیا، اگر اللہ تعالیٰ ان سے انتقام اور بدلہ لینے اور سزا دینے کا حکم دیتا تو پتہ نہیں کتنے ہزار لوگ کفر اور شرک کی موت میں قتل کر دئے جاتے۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت وہدایت کا نور ہے جو ان انسانوں کو ہدایتِ ایمان کے نور سے آراستہ کر کے اسلام کو پوری دنیا میں پھیلایا، اور دنیا کو یہ سبق دیا کہ اللہ کے نور کو کوئی نہیں بجھا سکتا، اگر اللہ تعالیٰ کی یہ صفات نہ ہوتیں تو زمین پر ایک بھی انسان گناہ کرنے کے بعد باقی نہ رہتا اور آخرت میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا، ان صفات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو انتہائی اعلیٰ اور اونچے درجے کے اخلاق اختیار کرنے کی گویا ترغیب دے رہا ہے، تاکہ وہ رحمانی صفات کی نقل کرنے والے بن جائیں اور وہ شیطانی مکر وفریب سے محفوظ رہیں۔

دنیا کے ماحول میں اہل باطل' اہل حق کو ستائیں گے، ظلم وزیادتی کریں گے، غصہ اور نفرت دلائیں گے، ان تمام اخلاق رذیلہ کو کنٹرول کرنے کے لئے ایمان والوں کو اپنا

مزاج بدلنے کی ان صفات میں گویا تعلیم ہے، شیطانی جذبات اور انسانوں سے کٹنے والے جذبات کو کنٹرول کرنے کی ان صفات کی نقل کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ انعام، آیت:۱۰۳ میں ایمان والوں کو یہاں تک تاکید ہے کہ مشرکین کے بتوں کو بُرا نہ کہو، ایسا نہ ہو کہ وہ چڑھ کر اللہ کو بُرا کہہ بیٹھیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے جب ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ ناراض ہو کر قوم کو عذاب کے آنے کا اشارہ دے کر وہاں سے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر چلے گئے، قوم نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کی اور ایمان لانے کے لئے جب تیار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عفو، غفور اور غفار کی وجہ سے عذاب کو ہٹا دیا اور قوم کو ہدایت کے نور سے آراستہ کیا۔

اللہ تعالیٰ فرعون کی قوم پر بار بار عذاب نازل کرتا تھا، اور وہ بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھوٹا وعدہ کرتے اور اقرار کرتے تھے کہ عذاب ہٹ جانے کے بعد وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان ضرور لائیں گے، اللہ تعالیٰ باوجود علیم وخبیر اور علیمٌ بذات الصدور (وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا) ہونے کی حیثیت سے یہ جاننے کے باوجود کہ وہ جھوٹا وعدہ کر رہے ہیں حق کا انکار کر کے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہیں گے، پھر بھی صفت عفو و درگذر اور حلیم کے ذریعہ مہلت پر مہلت دیتا چلا گیا، سنبھلنے اور حق کو قبول کرنے کا موقع عطا کرتا گیا۔

بنی اسرائیل پر ان کے نافرمانیوں، گناہوں اور بغاوتوں پر بار بار عفو و درگذر کرتے ہوئے سنبھلنے کا موقع دیا، وہ لوگ سینا کے میدان کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کسی قوم کو بت پرستی کرتا ہوا دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے اللہ کی عبادت کرنے کے لئے اسی طرح کا ایک خیالی بت بنانے کی درخواست کی تھی۔

پھر حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طور پر تورات لانے کے لئے جانے پر بچھڑے کی پوجا کی، پھر تورات کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کیا، پھر اللہ کو دیکھنے کی خواہش کی، پھر ان کے چند سرداروں کو کوہِ طور پر لیجا کر اللہ سے بات کرنے کی تصدیق چاہی، تو لیجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر بات کرنے کی ضد کی، حضرت موسیٰؑ کا کتاب الٰہی لانے پر یقین نہ کرنے

اور اللہ سے دیکھ کر بات کرنے کی ضد پر موت دیدی گئی، مگر حضرت موسیٰؑ کی دعا پر اللہ نے عفوودرگذر کرتے ہوئے انہیں زندہ کر دیا، پھر قوم کے لوگوں نے کتاب الٰہی پر پوری طرح عمل کرنے سے انکار کیا اور فلسطین پر جہاد کر کے ملک واپس لینے اور جہاد کرنے سے انکار کیا، ان تمام نافرمانیوں اور بداخلاقیوں کے باجود اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی صفت حلم اور عفو کے ذریعہ احسانات کرتا رہا اور دنیا کی قوموں پر فضیلت بھی دی تھی۔

منّ وسلویٰ کے ذریعہ چالیس سال تک ان کی محنت کے بغیر پرورش کی، ان کے گناہ معاف کر دئے، سنبھلنے کا موقع دیتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے پیغمبروں کو قتل کیا اور تورات میں تبدیلیاں کیں اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو قتل کروایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار بھی کیا اور قتل کرنا چاہا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے آخری وحی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ مانا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی صفت عفوودگذر سے محروم کر دیا اور ذلت میں مبتلا کر دیا، اس کے باوجود قیامت تک جو لوگ بھی ان کی نسلوں میں آتے رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کو سچا مان کر ایمان والے بنیں گے انہیں اللہ تعالیٰ اپنی صفت ہادی کا نور عطا فرمائے گا۔

اسی طرح مشرکین مکہ کو ۱۳؍سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہا سے زیادہ ظلم وزیادتی کرنے اور صحابہؓ کو ایمان سے دور رکھنے کی کوشش کو اپنی صفت صبور، عفوودرگذر اور صفت حلم سے سنبھلنے اور سدھرنے کا موقع دیتا رہا، سزا اور عذاب نہیں دیا، اور ہجرت کے بعد مدینہ پر آ کر حملے کرنے کے بعد ان کے ساتھ عفوودرگذر اور صبر کو ختم کر کے شدید العقاب کے ذریعہ بدر کے میدان میں ذلت آمیز شکست دی۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت عفوودرگذر کی نقل اپنے بندوں میں دیکھنا چاہتا ہے، اس نے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ تم بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے بنو، اللہ بھی تم کو معاف کرے گا، انسان کو سکون کی حالت میں کسی کی خطا کو معاف کرنا بہت آسان بات ہے، لیکن غصہ کی حالت میں معاف کرنا اور اپنے آپ پر قابو پانا آسان نہیں، مگر صاحبِ نصیب جو حقیقی

ایمان والے ہوتے ہیں وہ اس صفت کو آسانی سے اختیار کرتے ہیں، غصہ اور اشتعال کی حالت میں جو اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ عفو ودرگذر کے خلاف شیطانی اعمال ہوتے ہیں۔

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں؟ آپؐ پہلے تھوڑی دیر چپ رہے، پھر فرمایا: ہر روز ستّر دفعہ معاف کردو۔ (ترمذی)

ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میرے کچھ رشتے دار ہیں جن کے ساتھ میں تو بہتر سلوک کرتا ہوں مگر وہ بدسلوکی کرتے ہیں، میں نیکی کرتا ہوں' وہ برائی کرتے ہیں، میں حلم وبردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ جہالت سے پیش آتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو تم ان کے منہ میں مٹی بھر رہے ہو، یعنی نیکی کے لقمہ سے ان کا منہ بند کررہے ہو، اور جب تک تم اس روش پر قائم رہو گے اللہ کی مدد تمہارے شاملِ حال رہے گی۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کا نور جب ابولہب کی بیٹی سیدہ درّہؓ اور دو بیٹوں پر پڑا تو وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئے سیدہ درّہؓ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرگئیں، اور مدینہ میں دحیہ کلبیؓ سے ان کا نکاح ہوا، مدینہ کی بعض خواتین ان کو طعنہ دے کر دشمنِ خدا کی بیٹی ہے کہتیں، اور کہتیں کہ تمہارے ماں باپ کے متعلق تو سورۂ لہب نازل ہوئی، تمہاری ہجرت تمہیں کیا فائدہ دے گی؟ سیدہ درّہؓ کو یہ باتیں سن کر تکلیف ہوتی تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی، آپ ﷺ نے اللہ کی صفت عفوو درگذر کی نقل میں مسجد میں خطبہ کے دوران فرمایا کہ مجھے میرے خاندان کے حوالے سے تکلیف دی جاتی ہے، اللہ کی قسم میری شفاعت میرے (ایمان والے رشتہ داروں) کو پہنچے گی، پھر فرمایا: جو درّہ سے ناراض ہے اس سے اللہ بھی ناراض ہے، حضرت درّہؓ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر وضو وغیرہ کا پانی لا کر دیتیں، آپ ﷺ ان کو خوش کرنے کے لئے فرماتے: درّہ! میں اور تم دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں۔ غور کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے عفوودرگذر کا اظہار کیا، اور کبھی ماں باپ کی زیادتیوں کا طعنہ نہیں دیا۔

اسی طرح حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل جب ایمان قبول کر چکے تو کبھی بھی ان کو ان کے والد کی جہالتیں اور ظلم کا تذکرہ نہیں کیا اور صحابیِ رسول کی حیثیت سے عزت واحترام کرتے ہوئے عفو و درگذر کے ساتھ سلوک کیا اور حضرت عکرمہؓ کی گذری ہوئی ساری دشمنی کو اللہ کی صفت عفو اور غفار کی نقل میں بالکل بھول کر ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

قرآن مجید آل عمران آیت: ۲۰۰؍میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ تعلیم دی:

**يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o**

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ، اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے جمے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صبر کے ساتھ ساتھ **وَ صَابِرُوْا** کے الفاظ سے بیان کیا کہ صرف صبر نہیں بلکہ معاف کردو بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بالکل بھول جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوبصورتی کے ساتھ درگذر کردو۔

عیینہ نامی ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے ساتھ گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ آپ بخدا! ہم کو زیادہ مال نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان عدل و انصاف کا فیصلہ کرتے ہو، حضرت عمرؓ کو یہ سن کر غصہ آ گیا، عیینہ کو سزا دینا چاہا، عیینہ کے بھتیجے جو حضرت عمرؓ کے مشیر تھے وہاں موجود تھے، انہوں نے سورۂ اعراف کی آیت: ۱۹۹: **خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ** o (اے پیغمبر!) درگذر کا رویہ اپناؤ اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دو۔) کی تلاوت کی، حضرت عمرؓ اللہ کے کلام کی اس آیت کو سن کر ٹھنڈے ہو گئے، اور اللہ کی تاکید پر اپنا سر جھکا دیا۔

ایک بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ لوگوں کی زیادتیوں کو ہم کب تک اور کتنا برداشت کریں؟ انہوں نے فرمایا: اصلی ہیرا سخت دھوپ میں بھی گرم نہیں ہوتا، اور کانچ کا نقلی ہیرا بنایا جاتا ہے وہ کانچ تھوڑی سی دھوپ میں گرم ہو جاتی ہے، اس لئے ہیرا بننے تک برداشت کرو۔

☆☆☆☆☆